ہم اور ہمارا گھر

شُجاعُ الدِّین شیخ

مکتبہ خُدّامُ القُرآن لاھور

ہم اور ہمارا گھر

تنظیم اسلامی کا گزشتہ سالانہ اجتماع ۲۵ تا ۲۷ نومبر ۲۰۱۶ء کو مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں منعقد ہوا' جس میں امیر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے ''ہم اور ہمارا گھر'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ خطاب ماہنامہ میثاق نومبر ۲۰۱۷ء میں شائع کیا گیا اور اب کتابچے کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی ترتیب وتسوید قرآن اکیڈمی شعبہ مطبوعات کے ساتھیوں حافظ محمد زاہد اور مرتضیٰ احمد اعوان نے کی ہے۔ (ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشَّیطٰن الرَّجیم ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا﴾ (التحریم:٦)

﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اتَّبَعَتۡہُمۡ ذُرِّیَّتُہُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَ مَاۤ اَلَتۡنٰہُمۡ مِّنۡ عَمَلِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ﴾ (الطور:٢١)

معزز سامعین کرام! اس وقت ہمارا موضوع ہے ''ہم اور ہمارا گھر''۔ اس سے پہلے تعلق مع القرآن' تزکیہ نفس اور توبہ کی تاثیر سے جو بات پہلے دن شروع ہوئی تھی' الحمدللہ وہ فرائض دینی کے جامع تصور' اجتماعیت کی ضرورت واہمیت' دین کا انقلابی تصور اور پھر منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہوئی اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی' جو ربِّ کائنات نے ہمیں عطا فرمایا ہے' تک پہنچ گئی۔ اس سے شاید محسوس یہ ہوا کہ ہم تدریجاً بہت اوپر چلے گئے اور اِس وقت کے موضوع سے محسوس ہو رہا ہے کہ ہم بہت نیچے آ رہے ہیں' تو اس سوال کو حل کر لیتے ہیں۔

امیر محترم بھی ہمیں بار بار قراردادِ تاسیس پڑھاتے ہیں اور یاددہانی کراتے ہیں کہ دین کا اصل مخاطب فرد ہے' اور جب فرد سے بات آگے بڑھے گی تو ''الاقرب فالاقرب'' کی بنیاد پر

بڑھے گی۔ البتہ کوشش یہ ہوگی کہ دین کا جامع تصور جو ہمارے سامنے ہے اور ہم جو نظام کی سطح پر ایک ہمہ گیر انقلاب کی گفتگو کرتے ہیں اور ایک انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشاں ہیں تو اس کا ایک عکس (replica) پہلے اس سطح پر تو دکھائی دے' جہاں میرے اور آپ کے پاس اختیار موجود ہے۔ افراد کی یہ تبدیلی ہی کسی اجتماعی تبدیلی کا پیش خیمہ بنے گی۔ پھر یہ گھر بھی ایک ریاست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اگر اس ریاست پر اور ساڑھے پانچ چھ فٹ کے ہمارے وجود پر اللہ کے دین کا نفاذ اس حد تک نہ ہو پائے جس حد تک ہم عمل درآمد کر سکتے ہیں تو سوچنا پڑے گا کہ کس منہ سے ہم باہر نکل کر اللہ کے دین کے نفاذ کی بات کریں گے' کس منہ سے دنیا کے سامنے اسلامی ریاست کا کوئی تصور پیش کر سکیں گے۔ یہ ذرا تلخ جملہ ہو گیا' لیکن امرِ واقعہ یہی ہے اور اسی احساس کے ساتھ ہم نے اپنی ذات اور اپنے گھر سے اس سلسلہ کو شروع کرنا ہے اور پوری انسانیت تک اس پیغام اور دعوت کو لے کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

گھر کے مختلف گوشے

گزشتہ چند تقاریر میں بھی یہ جملہ سننے کو ملا کہ ہمارے پاس ایک موضوع ہوتا ہے لیکن اس کو کھولتے چلے جائیں تو وہ موضوع کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ گویا ہم اگر 'عبادت' یا 'دین' کے لفظ سے بات شروع کریں تو سارے دین کا تصور اس میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح 'جہاد' کے لفظ سے بات شروع کریں تو بہت وسیع تر پہلو ہمارے سامنے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے آج 'گھر' کو بھی تھوڑا سا کھول لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کو کھولنے پر آئیں تو بات کہاں تک جائے گی۔ اس وقت ہمارے مکتبہ میں محترمہ عامرہ احسان صاحبہ کی ایک بہت عمدہ کتاب ''میرا گھر'' کے عنوان سے موجود ہے' اس میں ماشاء اللہ انہوں نے گھر کے بڑے گوشے کھولے ہیں۔ چنانچہ وہاں سے بھی کچھ نکات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔

(۱) گھر ریاست کی مانند ہے: پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارا گھر ایک ریاست کی مانند ہے' اور جیسے ریاست کا ایک سربراہ ہوتا ہے' اسی طرح گھر کا بھی ایک سربراہ ہے' جس کے بارے میں سورۃ النساء میں فرما دیا گیا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء: ۳۴) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں'' —— یہ تو ہم سب کو یاد ہوتا ہے' لیکن ''سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ'' یہ مشکل سے یاد رہتا

ہے ـــــ بہرحال گھر ایک ریاست کی طرح ہے اور جس طرح ریاست میں سیاست ہوتی ہے اسی طرح گھر میں بھی سیاست ہوگی' اس کا بھی انتظام ہوگا۔ جس طرح ریاست میں معیشت کے مسائل ہیں' اسی طرح گھر میں بھی معیشت کے مسائل اور معاملات ہوں گے۔ پھر جس طرح ریاست کی سطح پر نظامِ معاشرت اور معاشرتی نظام کی بات آتی ہے تو گھر میں بھی معاشرت کے معاملات آئیں گے۔ اسی طرح ریاست کی سطح پر اگر وقت کے حکمرانوں کے لیے قرآن کہتا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ﴾(الحج: ٤١) ''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے'' تو گھر کے سربراہ کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ عبادات کا اہتمام وہ اپنے گھر میں بھی کرانے کی کوشش کرے۔ لہٰذا اگر گھر کو تھوڑا سا اس انداز سے کھولیں جیسے ایک ریاست پر گفتگو ہوتی ہے تو پھر گھر کی سیاست' اس کی معیشت' اس کی معاشرت اور اس کے نظامِ عبادت پر بھی گفتگو ہوگی۔

(۲) میاں بیوی کا باہمی تعلق: گھر کے بارے میں ایک اور بہت اہم گوشہ بانی محترمؒ بھی ہمیں سمجھاتے رہے اور ہم بھی اپنے دروس میں ذکر کرتے ہیں کہ گھر کس طریقے پر بنتا ہے ـــــ مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی تعلق کے قائم ہونے سے گھر کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ گھر کے اندر زوجین کے آپس میں تعلقات گھر کا پہلا گوشہ ہے۔ اب یہ ایک پورا موضوع ہے کہ شوہر کی ذمہ داریاں اور بیوی کی ذمہ داریاں' شوہر کے حقوق اور بیوی کے حقوق' ان میں آپس کا تعلق اور اس تعلق کو برقرار رکھنا' اس کو بہتر بنانا۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ اس گھر کو برباد کر دے' جبکہ رحمان نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ زوجین میں اس طرح کا قرب ہونا چاہیے۔

(۳) والدین و اولاد اور رحمی رشتوں کا معاملہ: مرد و عورت کے تعلق کے بعد اللہ عزوجل نے اولاد عطا فرمادی تو اب والدین اور اولاد کے باہمی تعلق کا معاملہ ہوگیا۔ اب والدین کے حقوق' والدین کا ادب اور والدین کی خدمت وغیرہ پورا تفصیلی موضوع ہے۔ اسی طرح اولاد کی تربیت اور اس کی کفالت کا معاملہ ہے (اولاد کی روحانی کفالت بھی ہے جس طرح اس کی مادی کفالت کی جاتی ہے) تو یہ بھی اپنی جگہ پورا موضوع ہے۔ اسی طرح بہن بھائیوں کے

درمیان رحمی رشتہ ہے اور رحمی رشتوں کا معاملہ ایک پورا dimension ہے جس پر تفصیلی گفتگو کی جاسکتی ہے۔

(۴) ایمان ہی رشتوں کی اصل بنیاد ہے: ایک اہم بات یہ ہے کہ ہم الحمد للہ مسلمان ہیں اور ہمارے ان رشتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ خصوصی نعمت عطا فرمادی کہ ہمارے گھرانے مسلمان ہیں، ورنہ وقت کے پیغمبروں کو بھی اولاد کو سمجھانا پڑتا تھا اور پتا نہیں کتنے جتن کرنے پڑتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ اپنے سامنے رکھ لیجیے۔ اس تعلق سے ہمارا اصل رشتہ ایمان کی بنیاد پر ہے اور اصلاً جو رشتہ اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ خونی رشتہ نہیں بلکہ وہ ایمان کی بنیاد پر بنا ہوا رشتہ ہے۔ اس تعلق سے بات کریں تو پیغمبروں کے واقعات میں بہت کچھ راہنمائی ہمارے سامنے آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے واقعات میں بہت سارے گوشے ہمارے سامنے آتے ہیں کہ اصل رشتہ ایمان کا رشتہ ہے اور رشتوں میں اصل بنیاد ایمان ہے۔

(۵) اصل گھر آخرت کا گھر ہے: ایک اہم بات یہ ہے کہ آج جس گھر کو ہم 'اپنا گھر' کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کرائے کا گھر ہے۔ گھر کی ملکیت خواہ آپ کے اور میرے نام ہے، لیکن اصل میں وہ کرائے کا ہے، اس لیے کہ ہم نے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا۔ ہمارا اصل گھر تو وہ آخرت کا گھر ہے جسے قرآن نے ''دارالقرار'' قرار دیا ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹﴾ (المؤمن) ''یہ دنیا کی زندگی تو بس (چند روزہ) برتنے کا سامان ہے اور مستقل رہنے کی جگہ تو آخرت ہے''۔ اب اصل گھر کے تعلق سے گفتگو کی جائے تو یہ بہت بڑا موضوع ہمارے سامنے آتا ہے۔

(۶) سربراہِ خانہ کی اصل ذمہ داری: گھر والوں کی کفالت کی ذمہ داری مرد ہونے کے ناطے شوہر اور باپ پر ڈالی گئی ہے۔ اس کفالت کے حوالے سے قرآن حکیم کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں تفصیلاً گفتگو کی جاسکتی ہے، لیکن سربراہِ خانہ کی اصل ذمہ داری یہ ہے: ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:٦) کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر اور کوشش کرو۔ تو یہ وہ گوشہ ہے جو میری اور آپ کی اصل ذمہ داری ہے اور یہاں سے آغاز ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس ذمہ داری کا

مزید احساس عطا فرمائے اور اسے ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین!

(۷) رسول اللہ ﷺ کے گھروں کی کیفیت: پھر گھر کا ایک اور گوشہ کھولیں کہ گھر ہمارے بھی ہیں اور گھر اللہ کے رسول ﷺ کے بھی تھے۔ سورۃ الحجرات ہم میں سے اکثر ساتھیوں کو یاد بھی ہے اور وردوس میں اس کا اہتمام بھی ہوتا ہے' تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے ان حجروں کی کیفیت بھی بیان ہو جانی چاہیے اور دیکھ لینا چاہیے کہ وہاں رسول اللہ ﷺ کا معاملہ کیسا تھا۔ یہ بھی بہر حال ایک بہت بڑا موضوع ہے جس پر آگے چل کر تھوڑی گفتگو کریں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ کے حجروں میں معاملات کیسے تھے۔

(۸) دنیا کے غم کوئی معنی نہیں رکھتے: آج ہمارے گھروں کے اندر بہت سارے غم ہیں' بڑی پریشانیاں ہیں۔ گھر چھوٹا ہے' بچوں کی تعلیم کے اعتبار سے وسائل کم ہیں اور زیادہ مہنگے اداروں میں اپنے بچوں کو پڑھا نہیں پائیں گے۔ خواتین کے زیورات اور کپڑوں کے مسائل ہیں۔ لیکن یہ دیکھ لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا غم کیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے غم کیسے غم تھے؟ وہ غم اگر ہمارے سامنے رہیں تو ہمارے غم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ ''ہم اور ہمارا گھر'' کے عنوان کے تحت اس گوشے کو بھی کھولا جا سکتا ہے۔

ان بہت سارے گوشوں کے علاوہ بھی مزید گوشے ہیں جو اس موضوع کے تحت ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ میں نے فقط آپ کے سامنے یہ تمہید رکھنے کی کوشش کی ہے۔ آگے بھی صرف چند باتوں کی طرف توجہ دلانا ہی مقصود ہے' ورنہ مندرجہ بالا ہر گوشہ اپنی جگہ ایک مکمل موضوع ہے' جس پر تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے۔

گھر والوں سے حُسنِ سلوک کی ضرورت واہمیت

آج ہم اجتماع میں بھی موجود ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ہم ایثار و قربانی اور خدمت باہمی کا بھی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ حسن سلوک کا سب سے بڑھ کر مستحق ماں ہے' پھر ماں' پھر ماں اور پھر والد! اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ)) (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو' اور میں تم میں سب

سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہوں۔''

لیکن معاملہ یہ ہے کہ بعض گھرانوں سے ہمیں شکایتیں آتی ہیں کہ اجتماعات میں جاتے ہیں تو بڑے اچھے مسکراتے چہروں کے ساتھ جاتے ہیں اور پھر واپس آ کر وہاں کے بارے میں بتاتے ہیں کہ ہم نے وہاں کھانا بھی serve کیا تھا' ہم نے ڈیوٹی بھی دی تھی' ہم نے یہ بھی کیا تھا' ہم نے وہ بھی کیا تھا' لیکن گھر میں آ کے صورتِ حال یہ بن جاتی ہے کہ اُٹھ کر خود سے پانی پینا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اپنے گھروں میں ایسا رویہ رکھنے والے اللہ کے رسول ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث کہاں لے کر جائیں گے؟ یہ حسن سلوک ہم اجتماعات میں ہی چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہیں؟ اپنے اُسرے میں یا مقامی سطح کے کسی اجتماع میں یا حلقے کی سطح کے اجتماع میں یا سالانہ اجتماع کے اندر تو' الحمدللہ' حسنِ سلوک کا بڑا مظاہرہ ہوتا ہے' لیکن کیا گھر میں اس کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا؟ کیا گھر والے ہمارے حسنِ سلوک کے حق دار نہیں ہیں؟ یہ بات ہمارے بھائیوں پر بڑی بھاری پڑ جاتی ہے اور جب ہم بیان کرتے ہیں تو وہ ناراض ہوتے ہیں کہ آپ عورتوں کے حقوق کی زیادہ بات کرتے ہیں۔

بھائیو! ذرا غور کیجیے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۱: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ہم یقیناً بیان کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے سیاق وسباق میں غزوۂ احزاب کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پتھر بھی باندھے' فاقہ بھی برداشت کیا' خندقیں بھی کھودیں' اور اس طرح کے باقی معاملات بھی تھے۔ لیکن گھر کے اندر رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا تھا؟ اس کے بارے میں ہمارے سامنے گھر کی گواہیاں نہیں آ رہی ہیں؟ اماں عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا کیا فرما رہی ہیں! آپؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیسے رہتے ہیں؟ وہ بتاتی ہیں کہ ایک عام انسان کی طرح رہتے ہیں' آرام بھی فرماتے ہیں' قیام بھی فرماتے ہیں' اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بھی بٹاتے ہیں (یہ اسوہ ہم لوگ بھول جاتے ہیں)' اپنے جوتے میں ٹانکا لگا لیتے ہیں' کپڑوں میں پیوند لگا لیتے ہیں' بکری کا دودھ نکال لیتے ہیں اور برتنوں کو سمیٹ دیا کرتے ہیں۔ آج کوئی مرد ہمارے معاشرے میں یہ کام کرے تو اسے کہتے ہیں ''زن مرید'' —— اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ایک مسلمان اور رسول اللہ ﷺ کا امتی یہ جملہ کیسے کہہ سکتا ہے' جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ اماں عائشہؓ نے بیان فرما دیا کہ آپ ﷺ گھر میں کیسے رہا کرتے تھے۔

چنانچہ اس گوشے میں محنت کی ضرورت ہے۔ باہر تو بڑے ادب اور اخلاق سے گفتگو ہو رہی ہے' بڑوں اور بزرگوں سے بڑے احترام سے بات ہو رہی ہے' چھوٹوں کو بھی سلام ہو رہا ہے ——— لیکن یہ کہ گھر میں والدہ کی طرف سے شکایت آتی ہے کہ گھر کے اندر کبھی سیدھے مُنہ بات نہیں ہوتی' بلکہ ہمیشہ اُکھڑے ہوئے انداز میں یا چلّا کر بات کرتے ہیں۔ بعض اوقات جھاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ دو تقریریں سن لیں' خود تقریر کرنا آ گئی' چار کتابیں پڑھ لیں اور انداز ایسا ہو گیا! اس کے بعد کہتے ہیں کہ جناب کیا کریں گھر سے مخالفت تو ہونی ہے' دین کی راہ میں نکلے ہیں تو مخالفت تو ہوگی نا! پھر ان آیات کا حوالہ دیتے ہیں:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾﴾

''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔ اور (اے نبی ﷺ!) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔''

یہ بڑی چبھتی ہوئی بات ہے کہ یہ من چاہے بشارات کے وہ خواب ہیں جو ہم دیکھنے بیٹھ جاتے ہیں' حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے' بلکہ پیچھے غلطی یہ ہو رہی ہے کہ جو حسن سلوک گھر سے باہر ہے' گھر میں آ ہی نہیں رہا ——— یہ سب کی بات نہیں ہو رہی' اسے دل پر نہ لیجیے گا' لیکن یہ ہمارے عملی مسائل ہیں ——— اور پھر ہم کہیں گے کہ گھر سے مخالفت آ رہی ہے' بس دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے! چنانچہ یہ وہ گوشہ ہے جہاں ہمیں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر میرے والدین ہیں تو ان کے ساتھ میرا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ اس وقت والدین سے تعلق کے حوالے سے کوئی درس دینا مقصود نہیں ہے' لیکن اتنا ضرور یاد رکھیے کہ ''وہ آپ کی جنت بھی ہیں اور آپ کی جہنم بھی!''

پھر وہ حدیث ذہن میں لائیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ملاحظہ کیجیے کہ آپؐ نے بچوں کو' چاہے وہ دوسروں کے بچے ہیں' آگے بڑھ کر سلام کر کے دکھایا اور آپؐ نے یہ بھی

فرمایا کہ جو سلام میں پہل کرے وہ تکبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اب آپ کے اور ہمارے بچوں کو بھی یہ حدیثیں معلوم ہوں گی' الحمدللہ! لیکن بچے نوٹ کر رہے ہیں کہ ابو صرف درس میں بیان کرتے ہیں یا سلام بھی صرف محافل میں کرتے ہیں۔ گھر آ کر تو وہ سلام نہیں کہتے یا سلام میں پہل نہیں کرتے۔ اسی طرح بچوں کو سکول جانا ہوتا ہے تو وہ صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں' مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ابو فجر کے وقت بھی سو رہے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ابا حضور کون سی اقامتِ دین کی بات کرتے ہیں' حالانکہ وہ خود تو اقامت صلاۃ میں ہی سستی کر رہے ہیں۔ تو اس گوشہ میں قول و فعل کا تضاد کھل کر سامنے آتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ سورۃ الصّف کہاں لے کے جائیں گے جس میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳﴾

''اے ایمان والو! کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ یہ بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو انتہائی ناراض کر دینے والی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔''

گھر میں کردار کی گواہی کی اہمیت

اس ضمن میں بہت ساری مثالیں خود آپ کے ذہن میں آ گئی ہوں گی۔ یہ دو چار فقط اشارے تھے کہ بہرحال گھر میں کردار کی گواہی بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آپ دیکھئے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے کردار کی گواہی چالیس برس کی عمر میں کس کی زبان سے آ رہی ہے؟ اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ــــ اس سے پہلے یہ بات دیکھ لیجیے کہ جب اتنا بڑا معاملہ پہلی وحی کا پیش آیا اور آپؐ کو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ کہاں گئے؟ اپنی زوجہ محترمہ کے پاس۔ اسی طرح صلح حدیبیہ میں زوجہ محترمہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے مشورہ لیا' ان سے جا کر گفتگو فرمائی اور ان کے مشورے پر عمل کیا۔ کیا ہم خاطر میں لاتے ہیں اپنی عورتوں کو؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم تو عقل کل اور قوام ہیں۔ میں نے بعض مردوں کے منہ سے سنا ہے کہ میں تو عورت کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں' اللّٰہ اکبرُ کَبِیرًا!

ذرا غور کیجیے کہ ان پہلوؤں کے اعتبار سے اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے' اس لیے کہ ''الاقرب فالاقرب'' کے اعتبار سے یہ ہماری دعوت کے اوّلین مستحق ہیں'

اور یہی فطری ترتیب ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم اس ترتیب کو بائی پاس کر رہے ہیں تو بہت بڑا ظلم کر رہے ہیں' اپنے ساتھ بھی اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ میں کس منہ سے اور کس دھڑلے سے تقریریں کر رہا ہوں اگر میرا کردار میرے گھر کے اندر درست نہیں ہے اور اگر میں اپنے گھر والوں کو لے کر نہ چلوں؟ نہیں سنتے یا نہیں مانتے' تو وہ ایک الگ بحث ہے۔ منوانا ہمارا کام نہیں ہے' لیکن اہم یہ ہے کہ میں کوشش کر رہا ہوں یا نہیں؟ کردار کی گواہی پیش کر رہا ہوں یا نہیں کر رہا؟

میں بات کر رہا تھا کہ گھر میں کردار کی گواہی بہت اہمیت کی حامل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے کردار کی گواہی پہلی وحی کے موقع پر اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بایں الفاظ دی کہ اللہ آپؐ کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا' آپؐ مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں' یتیموں کے ساتھ کفالت کا معاملہ کرتے ہیں' جو آپؐ سے کٹتا ہے آپؐ اس سے جڑتے ہیں' اور جو آپؐ کو محروم کرتا ہے آپؐ اس کو عطا کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ آپؐ کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔ اسی طرح اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ آتی ہے: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ کہ اللہ کے رسولؐ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا!

ہماری بیگمات آج کہیں جمع ہوں تو ہمارے بارے میں پتا نہیں کیا گواہی آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنی خواتین کو تنظیم میں شامل نہیں کرنا چاہتے اس ڈر سے کہ پھر اندر کی باتیں کھلیں گی اور ہمارا کچھ منہ نہیں رہے گا۔ چار آپس میں بیٹھیں گی اور ہمارے بارے میں گفتگو ہوگی تو ہماری کوئی عزت نہیں رہے گی۔ بھائیو! ہم نے بندوں سے ڈرنا ہے یا اللہ سے ڈرنا ہے؟ اگر انسان کے کردار کی گواہی گھر سے نہ آرہی ہو تو پھر یہ رکاوٹیں بنتی ہیں اور پھر آدمی دلجمعی کے ساتھ کام نہیں کرسکتا' کھل کر بات نہیں کرسکتا۔ اندر سے ضمیر ملامت کرتا رہے گا کہ تم کیا بات کر رہے ہو' حالانکہ تمہارا اپنا طرزِ عمل اس کے برعکس ہے۔ تمہارا اپنے گھر کے اندر طرزِ عمل کیا ہے اور باہر تم کیا بات کر رہے ہو!

سربراہِ خانہ کی ذمہ داریاں

گھر کا سربراہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو بنایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کفالت کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈالی گئی ہے۔ پھر اس کا اجر بھی بتادیا گیا کہ وہ لقمہ جو تم اپنے ماں باپ کو کھلاتے ہو' وہ

لقمہ جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو' وہ لقمہ جو اپنی اولاد کو کھلاتے ہو' وہ صدقہ ہے اور اس کا اجر ملے گا۔ وہ مال جو تم اس لیے کماتے ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے تو یہ بھی صدقہ ہے اور اس پر بھی اجر ملے گا۔ بہرحال یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مرد پر ڈالی ہے اور اگر مرد اس کو ادا کرتے ہیں حلال طریقے پر تو اس کا بھی اجر ملے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ ہمیں چاہیے کہ اپنی قوامیت کے تصور میں ہم اتنے آگے نہ چلے جائیں کہ گھر والوں کو خاطر میں ہی نہ لائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے رہے کہ آپؐ کس طرح اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی جائز خواہشات کا لحاظ کرتے تھے اور آپؐ اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے مزاج سے آشنا بھی تھے۔ مشہور واقعہ ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خوب پتا ہے کہ تم مجھ سے کب خوش ہوتی ہو اور کب ناراض ہوتی ہو۔ انہوں نے پوچھا: کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ محمد ﷺ کے رب کی قسم! تو مجھے پتا چل جاتا ہے کہ تم مجھ سے خوش ہو۔ اب اللہ کے رسول ﷺ زوجہ کے مزاج سے واقف ہیں' جبکہ ہمارا تو الٹ معاملہ ہے نا!

پھر عرض کرتا ہوں کہ ٹھیک ہے اللہ ربّ العزت نے ہمیں قوام بنایا ہے' لیکن اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ملحوظ خاطر رہے: سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کہ قوم کا سردار' قوم کا خادم بھی ہوا کرتا ہے۔ تو بھائیو! یہ حسنِ سلوک' ایثار و قربانی اور یہ مسکراتا چہرہ' سلام میں پہل اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ' یہ بہت اچھی بات ہے۔ یہ اجتماع میں بھی ہو' لیکن اس کے اوّلین مستحق ہمارے اپنے گھر والے ہیں۔

جس طرح میں نے عرض کیا کہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظامِ عبادات کو قائم کریں' نماز کا نظام' زکوٰۃ کا نظام' امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا نظام قائم کریں' اسی طرح مرد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بھی اپنی ریاست یعنی اپنے گھر میں نظامِ عبادات قائم کرے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو نماز کی تلقین کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ اتنی سختی کیوں کرتے ہو؟ پھر آیت بھی سناتے ہیں: ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اڑھائی تین سال کے بچے کو صبح ساڑھے چھ بجے سکول کی وین میں ٹھونس رہے ہیں تو اس میں جبر کسی کو دکھائی نہیں دیتا اور سات سال کی عمر میں نماز کی تلقین کی جا رہی ہو تو آیت قرآنی

سے غلط استدلال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ! بہر حال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کا ہو جائے تو تھوڑی سختی کرو' تا کہ اس کو بھی پتا ہو کہ ابو سنجیدہ ہیں۔ پھر یہ سختی اس کو دین کی طرف لانے اور اس کی آخرت سنوارنے کے لیے مفید و معاون ثابت ہوگی۔ مختار فاروقی صاحب ہمارے استاد ہیں اور بہت پہلے انہوں نے ایک حدیث ہمیں تحفتاً دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اُس شوہر پر رحمت نازل کرے جو صبح اپنی بیوی کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر اس کو اٹھاتا ہوا اللہ کے سامنے کھڑا کر دے اور اُللہ اس بیوی پر اپنی رحمت نازل فرمائے کہ جو صبح اپنے شوہر کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر اُس کو اللہ کے حضور کھڑا ہونے کے لیے بیدار کرتی ہو۔ یہ ہے صحیح معنوں میں شریکِ حیات اور لائف پارٹنر۔

بہر حال یہ وہ گوشے ہیں جہاں سربراہِ خانہ نے سٹینڈ لینا ہے۔ اسی طریقے سے گھر کی سیاست میں گھر کا بڑا مرد کو بنایا گیا ہے' لیکن بڑے کو بڑے پن کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہیے۔ سورۃ التغابن ہم نے سنی' سب کے ذہن میں اس کا درس بھی موجود ہوگا' اس کے نکات بھی آپ کے ذہن میں ہوں گے۔ اس میں ایک لفظ کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے تین الفاظ ارشاد فرمائے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ﴾ ''اے ایمان کے دعوے دارو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں' سواُن سے بچ کر رہو''۔ ﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾﴾ ''اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو اللہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے''۔ وہ نرمی اور سختی کا جو امتزاج ہمیں سکھایا جاتا ہے' اس کو بھی پیش نظر رکھنا ہے' لیکن یہاں ایک لفظ کے مقابلے میں نرمی کے تین لفظ ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا فرمائے۔ اس کو بھی ذہن میں رکھیے گا۔ بعض اوقات ساتھی کہتے ہیں کہ کتنا صبر کریں' کتنا انتظار کریں؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ساڑھے نو سو سال انتظار کر لیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تو بیٹے کو بھی آخر وقت تک سمجھانے کی کوشش کی ہے' اُس نے نہیں مانا تو یہ اس کی مرضی۔ بہر حال اتنے صبر کا حوصلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے کہ جس کو ہم نے پیش نظر رکھنا ہے۔

معاشی معاملات اور معیشت میں ہمارا طرزِ عمل

معیشت کے حوالے سے دیکھیں کہ گھر میں کیا آ رہا ہے' کون سی کمائی آ رہی ہے۔ بات

بالکل واضح ہے کہ ہم نے حلال ہی لے کر آنا ہے ---- اللہ تعالیٰ حرام کے لقموں سے' اور حرام کی ہر شکل سے میری اور آپ کی حفاظت فرمائے ---- کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ حرام مال سے پلا ہوا جسم جہنم کا مستحق ہے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی پر عمل کی توفیق دے کہ کم پر گزارہ ہو جائے۔ اس کے تعلق سے اسراف اور تبذیر کی اصطلاحات ہم نے سمجھی ہوئی ہیں' وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا کا درس ہم نے سنا ہوا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے گھروں کے اخراجات کا معاملہ کس طرف بہہ رہا ہے۔

ہمارے استاد رحمت اللہ بٹر صاحب بڑی پیاری بات سمجھاتے ہیں کہ مرد واقعتاً صحیح داڑھی رکھ لے' عورت واقعتاً شرعی پردہ کر لے' شادیاں ہماری سادہ ہو جائیں اور میت کی بدعات سے ہم جان چھڑا لیں تو' ان شاء اللہ' ہمارا بجٹ بہت نیچے آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ اس وقت رفقاء بھی موجود اور ہمارے احباب بھی' تو یہ بہت قیمتی بات ہے۔ داڑھی واقعتاً ہو۔ بٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی نہ ہو کہ روٹی پر کچھ چیونٹیاں چپکی ہوئی معلوم ہوں' بلکہ داڑھی نظر آئے کہ داڑھی ہے۔ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا تھا کہ بھائی مجھے اس طرح داڑھی اور سر کے بالوں سے نہ پکڑو! (طٰہٰ:۹۴)۔ اللہ ہمیں ایسی داڑھی کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر واقعتاً شرعی پردہ ہو کہ جب اللہ کی بندی پردہ کر کے نکل رہی ہے تو اس کو کوئی فکر نہ ہو کہ کون میرا لباس دیکھے گا' کون نہیں دیکھے گا۔ اس طرح میرا اور آپ کا بجٹ نیچے آ جائے گا۔ شادیوں کے معاملات میں ہم ہمت نہیں کر پا رہے اور شادی کے موقع پر بے جا خرچ سے باز نہیں آ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ پھر جو لوگ شادی بیاہ کے رسم ورواج سے تھوڑا بچ رہے ہیں تو وہ رہی سہی کسر ولیمہ میں پوری کر لیتے ہیں۔ ولیمہ تو ایک ڈش سے بھی ہو جائے گا تو دس ڈشز کھلا دینے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ سوچیے کہ جس امت کو ابھی پانچ ارب انسانوں تک کلمہ پہنچانا ہے' جس امت نے پونے دو ارب مسلمانوں میں دین قائم کر کے دکھانا ہے تو کیا اس کے پاس اتنا وافر پیسہ ہے کہ وہ اسے شادی بیاہ کے موقع پر اور میت کی بدعات کے موقع پر پانی کی طرح بہائے؟ اللہ نے پوچھنا نہیں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ یہ دونوں پہلو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

آپ باہر نکل کر معاشرے کو دعوت دے رہے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کا درس بھی سنا

رہے ہیں' دورۂ ترجمہ قرآن کی دعوت بھی دے رہے ہیں' اسراف اور تبذیر بھی واضح ہو رہا ہے' جبکہ بیس کروڑ پر آپ کا اور میرا اختیار نہیں ہے' لیکن پانچ چھ افراد کے گھرانے پر تو اختیار ہے۔ وہاں اگر میں یہ قائم کر کے نہیں دکھا رہا تو سوچو کہ میں کس منہ سے باہر جا کر بات کرتا ہوں؟ تو شادی بیاہ کے معاملات میں خدارا اس پر توجہ کریں۔ ایک بیچارے بندے کی پوری زندگی کی کمائی اسی کے اوپر ضائع ہو جاتی ہے۔ لوگ ہارٹ اٹیک لے کر دنیا سے جاتے ہیں' مقروض ہو کر دنیا سے جاتے ہیں۔ بہر حال اس پر توجہ کی شدید ضرورت ہے۔

شیطان کے حملے

ایک توجہ طلب مسئلہ گھروں کے اندر شیطان کے حملے ہیں۔ ہم بہت سارے معاملات کو فقط اپنی عقل پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور شیطان کے معاملے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ شیطان ہی ہے جو اولاً چاہتا ہے کہ بیوی اور شوہر کے درمیان جدائی ڈال دے۔ حدیث میں آتا ہے کہ شیطان روزانہ دربار لگاتا ہے۔ اس کے چیلے آ کر اپنی اپنی کارکردگی بتاتے ہیں۔ وہ سب کے جواب میں کہتا ہے ٹھیک ہے! ایک چیلہ آ کے کہتا ہے کہ آج میں نے ایک شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی تو شیطان کھڑا ہوتا ہے' اس کو گلے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے میری جانشینی کا حق ادا کیا۔ آپ غور کیجیے کہ کئی مرتبہ ہمارے گھروں میں جو آپس کی ناچاقیاں ہو جاتی ہیں' نوے فیصد کوئی مسئلہ نہیں ہوتا' سوائے اس کے کہ شیطان نے کوئی وسوسہ ڈالا ہوتا ہے۔ انسان ہے' دس فیصد کوئی مسئلہ ہو گا۔ اگر اللہ نے مرد کو بڑا بنایا تو وہ بڑے پن کا ثبوت پیش کرے۔ برداشت' تحمل' درگزر کا معاملہ کرے۔ اس کے بعد سوچیں گے تو پتا چلے گا کہ وہاں کوئی مسئلہ نہیں تھا' میں نے خواہ مخواہ بتنگڑ بنا لیا تھا اس چیز کا۔ اللہ ہمارے گھروں کی حفاظت فرمائے۔ اس وقت دجالی تہذیب نے ہماری سیاست' معیشت اور معاشرت کے اکثر و بیشتر گوشوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اس وقت ہم مسلمانوں کے پاس تھوڑا بہت جو بچا ہے تو وہ ہمارا فیملی سسٹم ہے' اور شیطان اور دجالی تہذیب اس کے بھی درپے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تعلق سے بھی احتیاط اور توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بچوں کی تربیت

پھر بچوں کی تربیت کا معاملہ ہے۔ ہمارے ایک دوست مفتی زبیر صاحب' دنیا نیوز کے

پروگرام میں آتے ہیں اور بانی محترمؒ کی بڑی قدر کرتے ہیں‘ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ وہ ایک دفعہ سعودی عرب تشریف لے گئے‘ وہاں کی عرب فیملی میں ان کی دعوت تھی۔ جب پہنچے تو سات‘ آٹھ‘ نو سال کے بچے پانی وغیرہ لے کر آئے۔ سلام دعا کے بعد مفتی صاحب نے پوچھا کہ بیٹا بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ تو وہ بچے کہنے لگے کہ ہم صحابی بنیں گے! مفتی صاحب کے آنسو نکل آئے‘ یہ بچوں نے کیا کہا! یہ آٹھ‘ نو سال کا بچہ خود تو نہیں کہہ رہا‘ اس کے دل و دماغ میں ماں باپ نے کچھ ڈالا ہے تو یہ بات کہہ رہا ہے۔ مفتی صاحب نے پھر ماں باپ کو مبارک باد دی کہ ماشاء اللہ آپ نے بچوں کی عمدہ تربیت کی ہے۔ کاش ہمارے بچے بھی ایسے ہی کہیں کہ ہم نے صحابی بننا ہے۔ مراد اللہ کے پیغمبر ﷺ کا دست و بازو بننا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بارہ برس کے ہی تھے جب وہ کھڑے ہوئے تھے کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں اور میری ٹانگیں پتلی ہیں‘ لیکن اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا ویژن سیٹ کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ سورۃ الفجر کی آخری دو آیتیں کہ کل اللہ تعالیٰ اعلان کر دے میرے لیے اور میرے گھر والوں کے لیے: ﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾﴾ ”پس داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!“ کیا خوبصورت ویژن ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے ان صاحب نے سوچا!

ہمارے ایک رفیق کا گھر کافی چھوٹا ہے‘ تنگی بھی ہے‘ تو ان کے بچوں سے کسی نے پوچھا: بیٹا تمہارا گھر چھوٹا ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں‘ دنیا کا بڑے سے بڑا گھر بھی ختم ہو جائے گا اور ہم بھی ختم ہو جائیں گے۔ بڑا گھر تو جنت میں لیں گے‘ ان شاء اللہ! یہ بھی ہمارے ہی گھرانے ہیں جہاں سے بچوں کی زبان پر یہ باتیں آ رہی ہیں۔ سبحان اللہ! اسی طرح ایک حبیب کے گھر کا واقعہ ہے کہ اس کے گھر میں ایک بارہ سال کی بچی نے اپنے باپ کی شراب چھڑوائی ہے اور اس بچی پر محنت ماں کی تھی۔ ویسے تو ہم نے محنت بیویوں پر کرنی ہے‘ بقول ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے‘ کہ ایک پر محنت کر لو تو باقیوں پر محنت آسان ہو جائے گی۔ ہم مرد گھر میں ہر وقت تو نہیں ہوں گے‘ بیوی کو اگر سیدھی راہ پر رکھتے ہیں تو ’ان شاء اللہ‘ بچوں کی تربیت کا سامان خاصی حد تک آسان ہو جائے گا۔

یہ جو آج کل ہمارے ہاں آؤٹ سورسنگ کا تصور آ گیا ہے کہ یہ فلاں فلاں اسلامک

سکولز ہیں‘ ہم نے بچوں کو وہاں ڈال دیا تو اب ہم فارغ۔ ہم نے فلاں مدرسے میں داخل کرا دیا تو اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ جان لو کہ آپ کی اور میری ذمہ داری اس پر ختم نہیں ہوتی۔ آپ نے اور میں نے اپنے بچوں کی تربیت خود کرنی ہے اور ان کو پروان چڑھانے کی کوشش خود کرنی ہے۔ کوئی مدرسہ‘ کوئی سکول معاونت تو کر سکتا ہے‘ لیکن میری اور آپ کی ذمہ داری ختم نہیں کر سکتا۔ امریکہ میں ٹیلی ویژن پر ایک پروگرام ہوا۔ وہاں کے ایک مشہور بزنس مین کا انٹرویو تھا۔ لائیو پروگرام تھا اور اس کا بچہ بھی وہ دیکھ رہا تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ آپ ایک گھنٹے میں کتنا کماتے ہیں؟ تو اس نے کہا پانچ سو ڈالر۔ پروگرام ختم ہوا اور وہ اپنے آفس سے گھر پہنچا تو اس کا بیٹا گیٹ پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا: بیٹا! باہر کیوں کھڑے ہو؟ اس نے کہا: پاپا میرے پاس چار سو ڈالر موجود ہیں‘ آپ ذرا ایک سو ڈالر مجھے دے دیں۔ اُس نے اُسے سو ڈالر دے دیے تو بچے کے پاس پانچ سو ڈالر ہو گئے۔ بچے نے اس سے کہا کہ آپ یہ پانچ سو ڈالر پکڑیں اور اپنا ایک گھنٹہ مجھے دے دیں‘ کیونکہ آپ نے بتایا ہے کہ آپ ایک گھنٹے میں پانچ سو ڈالر کماتے ہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ کل ہمارا بھی کوئی بچہ کھڑا ہو کر کہے کہ بابا ایک اجتماع گھر میں بھی کر لیں۔ جب آپ اجتماع میں جاتے ہیں تو وہاں کی کارگزاری سننے سے پتا چلتا ہے کہ آپ وہاں بڑے ادب واحترام اور بہترین اخلاق کے ساتھ وقت گزارتے ہیں‘ تو پھر ایک اجتماع گھر میں بھی کر لیں تا کہ گھر میں بھی ہم آپ کا یہ روپ دیکھ سکیں!

گھریلو اُسرہ کی ضرورت واہمیت

ہماری تنظیم میں جو ملتزم رفقاء شادی شدہ ہیں ان سے یہ بھی تقاضا کیا جاتا ہے کہ گھر والوں کی بھی باقاعدہ تعلیم اور تربیت کا انتظام کریں‘ جس کو ہم گھریلو اُسرہ کہتے ہیں۔ بہر حال اس کے لیے شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے‘ کوئی بیٹا بھی ہو سکتا ہے جو والد کو دین کی طرف لانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ ماشاء اللہ‘ ہمارے رفقاء یہاں موجود بھی ہیں کہ جنہوں نے بڑے جتن کیے اور دس دس سال لگے والدین کو دین کی طرف لانے کے لیے۔ لیکن کام نہیں چھوڑا۔ ’’بیان القرآن‘‘ لگا دیا کہ بابا پندرہ منٹ کے لیے دیکھ لیں‘ آدھے گھنٹے کے لیے دیکھ لیں۔ اور وہ باپ جو دعوت کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا‘ اب کہتا ہے کہ ٹھیک ہے جاؤ‘ بیٹا کام کرو۔ لیکن کسی کو دس سال‘ کسی کو آٹھ سال لگے ہیں۔ تو ایک بیٹے نے بھی کام کیا والدین کے

اوپر تو اللہ تعالیٰ والدین کو دین کی طرف لے کر آ گیا۔

بہر حال یہ مثالیں ہمارے اسی معاشرے کی ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے سب گھرانے ایسے ہوں' جہاں بیوی شوہر کے دینی کام میں معاون و مددگار ہو۔ یہاں ہمارے ایک ساتھی بیٹھے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ جب مشکلات ہوتی ہیں تو ان کی بیوی رات کو نفلیں پڑھ رہی ہوتی ہے کہ اجتماع اچھی طرح ہو جائے' اللہ کے ہاں قبول بھی ہو جائے' حفاظت کے ساتھ ہو جائے اور اللہ مزید برکت عطا فرما دے۔ کہاں کل کی مخالفتیں اور آج بیویاں رات کو دعا کر رہی ہیں اس اجتماع کے لیے۔ یہ بھی ہمارے گھرانے ہیں' الحمدللہ! آج ماشاء اللہ ہمارا پنڈال بھرا ہوا ہے۔ ہم سب میں سے اکثر ساتھی صاحب اولاد ہیں' تو ہماری اولاد ہمارے اصل مدعوئین ہیں جن کو ہم نے دعوت دینی ہے' اور یہ ہمارا اصل سرمایہ ہیں جن پر ہم نے کام کرنا ہے۔ مرنے کے بعد کیا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بندے کا انتقال ہو گیا تو اس کا نامہ اعمال بند ہو گیا' سوائے تین کاموں کے۔ ان میں سے ایک نیک اولاد ہے جو وہ چھوڑے جا رہا ہے۔ یہ ہے آپ کی اور میری اصل انوسٹمنٹ۔ اور اللہ ہمیں معاف کرے' ہم گھر والوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دین پر آ گئے تو یہ بھی دین پر ہوں گے۔ ایسا نہیں! بڑی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں' پیچھے بڑے بڑے مسائل ہو جاتے ہیں۔ تو یہ آپ کے اور میرے اصل مخاطبین ہیں جن پر آپ نے اور میں نے محنت کرنی ہے۔

اِس وقت امیر محترم ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ بانی محترمؒ نے انگلی پکڑ پکڑ کر چلایا' تو آج ہمارے سامنے امیر کی شکل میں موجود ہیں۔ آپ دونوں سے ہمارے حافظ اسامہ کی تلاوت سن رہے ہیں۔ ایک ساتھی نے پوچھا کہ کون سے مدرسے سے اپنے بچوں کو پڑھایا؟ میں نے کہا یہ گھر کی محنت ہے' گھر کا حفظ ہے' جہاں ماں رات کو بیٹھ کر قرآن سنتی ہے۔ ہمارے ساتھیوں کی ایسی بھی مائیں ہیں کہ جب تک وہ ایک پارہ سنا نہ دیں تو رات کا کھانا نہیں ملتا' اور بیٹا بھی وہ ہے جس کی اپنی اولاد پیدا ہو چکی ہے۔ یہ گھروں کی محنت ہے جو پھر نظر آتی ہے۔ ہمیں خوشی ہوتی ہے' ہمارے ہاں کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے لیے ہمیں پہلے حفاظ نہیں ملتے تھے۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ بعض ساتھیوں نے محنت کی اور اب ہمارے اپنے بچے تراویح پڑھا رہے ہیں۔ وہ بچہ جو پہلے دن سے قرآن سنتا ہوا آیا ہے' وہ اب حفظ کر کے قرآن سنائے گا۔

اُس کے سنانے میں اور کسی اور حافظ کے سنانے میں زمین آسمان کا فرق ہوگا!

اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچانا' حقیقی خلوص ہے!

مسلمانوں کے بارے میں دنیا والوں کا گمان یہ ہے کہ یہ ۲۰۵۰ء میں دنیا پر قابض ہو جائیں گے' اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تو ہماری تنظیم کی پیش رفت اگر ہم نے بڑھانی ہے تو بھئی اپنے گھر کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟ یہ ہمارے ساتھ ہیں' ہر وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یہ اوّلین مستحق بھی ہیں' ''الاقرب فالاقرب'' کی بنیاد پر ان کا حق بھی بنتا ہے۔ پیغمبرﷺ کی تعلیم میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی بتایا گیا کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ! ہم پر اللہ کا احسان ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے ان گھریلو خونی رشتوں میں اسلام کا رشتہ بہرحال موجود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسانی دے دی' لیکن بہرحال اللہ کے ہاں مقبول رشتہ خونی رشتہ نہیں' بلکہ ایمان کا رشتہ ہے۔ اس کا اندازہ قیامت کے دن ہوگا' جس کے بارے میں یہ نقشہ کھینچا گیا ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾﴾ (عبس) ''اُس دن انسان دور بھاگے گا اپنے بھائی سے' اپنی ماں اور اپنے باپ سے' اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ اُس دن ان میں سے ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (ہر ایک سے) بے پروا کر دے گی''۔ یہ تو قیامت کی بات ہے جو ابھی واقع ہونی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بتادیا تھا کہ رشتوں کی بنیاد ایمان ہے: ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۫﴾ (ھود:٤٦) ''(اللہ کی نگاہ میں) یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے' اس لیے کہ اس کا عمل درست نہیں ہے۔''

اس کے برعکس قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ جنتی گھرانا کیسا ہوگا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ﴾ (الطور:٢١)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی' ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہیں کریں گے۔''

ایمان کا رشتہ ہو اور ایمان کے تقاضوں پر عمل بھی ہو رہا ہو' اور اولاد بھی ایمان پر اور ایمان کے

تقاضوں پر عمل کر رہی ہو' تو اللہ فرما رہے ہیں کہ اس فیملی کو جمع فرما دیں گے اور ان کے اعمال میں کچھ کمی بھی نہیں کریں گے۔ ممکن ہے باپ کہیں اوپر' ماں کہیں نیچے' درمیان میں اولاد ہے' یا ان میں سے کوئی نیچے' کوئی اوپر اور کوئی درمیان میں ہے' تو اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نیچے والوں کو لے جا کر اوپر والوں کے ساتھ جمع فرما دیں گے۔

ایک مفتی صاحب نے بہت خوب کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی مخلص (sincere) ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس عارضی دنیا کی زندگی کی حد تک مخلص ہیں یا اصل زندگی آخرت کے تعلق سے بھی مخلص ہیں؟ آج ان کے پیٹ کو تو ہم نے بھر دیا' تن پر کپڑا بھی پہنا دیا' ان کو گرمی کی شدت سے بھی بچا لیا' بہت اچھی بات ہے' لیکن کہیں وہ جہنم کی آگ کا نوالہ بننے تو نہیں جا رہے؟ اگر میں نے چھوڑ دیا خدانخواستہ' تو میں نے کیا sincerity دکھائی؟ یہ کیا اخلاص ہے میرا اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کے ساتھ؟ ہم میں سے کوئی اپنے گھر کے کسی فرد کی انگلی چولہے میں جلنا گوارا نہیں کر سکتا تو کیا ان کو آزاد چھوڑ دیں کہ جس ڈگر پر وہ چلنا چاہیں چلتے رہیں؟ کیا ہم برداشت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے اُس آگ میں جھونکے جائیں جس کے بارے میں سورۃ الھمزہ میں فرمایا گیا: ﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ۝﴾ ''وہ آگ ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی' جو دلوں کے اوپر جا چڑھے گی''۔ اسی طرح سورۃ النساء میں ہے کہ ایک مرتبہ کھال جلے گی تو بار بار نئی کھال دی جائے گی' تو کیا ہم برداشت کر سکتے ہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ ہے اہم ترین ذمہ داری جس کو قرآن کہتا ہے: ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ!''

دنیوی غم بمقابلہ اُخروی غم

ہمارے گھروں میں بڑے غم ہوں گے۔ میرے بھی ہوں گے' آپ کے بھی ہوں گے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غم ہیں' تکلیفیں ہیں' پریشانیاں ہیں' مگر ذرا اُسوۂ رسول ﷺ سے بھی روشنی لیجیے۔ اللہ کے رسول ﷺ ایک دفعہ اماں عائشہ ؓ کے پاس آرام فرما رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہہ کر رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک پر ٹپک پڑے تو آپؐ نے فرمایا: عائشہ! کیا ہوا؟ تو عرض کرنے لگیں کہ جہنم کی آگ کے خوف نے مجھے رلا دیا۔ یہ امت کی ماں ہیں ــــــ سورۃ الحجرات میں حجروں کا ذکر ہے' ان حجروں کی کیفیت بھی

جا کر پڑھ لیں۔ وہ حجرے کیا تھے' ہاتھوں کو اٹھائیں تو چھت پر لگنے کا امکان ہو اور کھولیں تو دیوار پر لگنے کا امکان ہو۔ قیام اللیل میں اللہ کے رسول ﷺ حالت سجدہ میں ہوں تو اماں عائشہ اپنی ٹانگ کو کھڑا کر لیں اور جب قیام میں جائیں تو سیدھا کر لیں۔ اس living standard پر امت کی ماں کو رونا نہیں آیا۔ دو دو مہینے چولہا نہیں جل رہا گھر میں' امت کی ماں کو رونا نہیں آیا۔ بہر حال وہ بھی انسان ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ فجر کے بعد اللہ کے پیغمبر ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو فرماتی تھیں کہ میرے پاس کھانے کے لیے پیش کرنے کو کچھ نہیں ہے' تو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے کہ چلو میں روزہ کی نیت کر لیتا ہوں۔ ان باتوں پر تو امت کی ماں کو رونا نہیں آیا' لیکن جہنم کی آگ کے خوف نے ان کو رلا دیا۔

اللہ کی قسم' جب یہ غم میرا اور آپ کا غم بنے گا' تو بتائیے دنیا کا غم کوئی غم ہے؟ دنیا کی تکلیف کوئی تکلیف ہے' دنیا کی پریشانی کوئی پریشانی ہے؟ اور اس گھرانے کے سربراہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کا غم کیا ہے؟ ہر رات میں کھڑے ہو کر امت کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ آپؐ کی ایک رات اس ایک آیت کی تلاوت میں ہی بسر ہوئی: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾﴾ (المائدۃ) ''اب اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں' اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو زبردست ہے' حکمت والا ہے''۔ پوری رات اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے رو رہے ہیں اس امت کے غم میں۔ میرے اور آپ کے ماں باپ نے ہمارے لیے اتنی دعائیں نہیں کیں جتنی اللہ کے رسول ﷺ نے کی ہیں۔

پھر یہ غم قیامت کے دن بھی نظر آئے گا جب ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے جاؤ میرے پاس نہ آؤ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے میرے پاس نہ آؤ' حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے میرے پاس نہ آؤ' لیکن اُس دن بھی نبی آخر الزماں اور آپ کے اور میرے رسول حضرت محمد ﷺ حالت سجدہ میں اپنی امت کے لیے اللہ کے حضور التجائیں کر رہے ہوں گے۔ یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا غم! یہ غم رسول اللہ ﷺ کو کبھی طائف کی گلیوں میں بھی لے گیا اور کبھی مکہ سے مدینہ ہجرت بھی کرا گیا۔ یہ غم کبھی رسول اللہ ﷺ کو بدر کے میدان میں کھڑا کرتا ہے اور کبھی اُحد کے کارزار میں —— اور اس غم کی عملی شکل ۲۵۹ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشیں بھی رسول اللہ ﷺ نے اٹھائیں۔

یہ ہے میرے اور آپ کے رسول ﷺ کا گھرانہ جہاں امت کی ماؤں نے رسول اللہ ﷺ کے اختیاری فقر میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ یہ ہم نے اپنی بیویوں کو سمجھانا ہے' اپنی اولاد کو سمجھانا ہے' اوران کو اس مشن میں شامل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ خدا کی قسم' جب ہم اپنے اہل وعیال سمیت اس کام میں لگ گئے' جب اس مشن کو ہم نے اختیار کر لیا تو پھر دنیا کا کوئی غم' غم نہیں ہوگا' دنیا کی کوئی فکر' فکر نہیں ہوگی' دنیا کی کوئی پریشانی' پریشانی نہیں ہوگی' دنیا کی کوئی تکلیف مجھے اور آپ کو تنگ نہیں کر سکے گی۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ اس گھرانے کا رخِ زندگی کیا تھا' اور میرا اور آپ کا رخِ زندگی اور پھر میرے اور آپ کے گھر والوں کا رخ زندگی کیا ہے؟ سیکھنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے غم کیا تھے اور آپ کے اور میرے گھرانے کے غم کیسے ہیں؟ اور اُس گھرانے کی محنتیں کہاں لگیں اور ہماری کہاں لگ رہی ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی زکوٰۃ نہیں دی' اس لیے کہ اتنا مال کبھی جمع ہی نہ ہوا۔ ٹھیک ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے زکوٰۃ بھی دی۔ شریعت میں زکوٰۃ فرض ہے۔ وہ فقہی مسئلہ تو ہم فوراً لے آتے ہیں اور اپنے لیے راستہ نکال لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے کمائیے' کسی نے منع نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی دیکھئے کہ خالی کمانا ہی فرض ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور فرائض بھی ہیں؟ گھر والوں کی صرف مادی حاجات کو پورا کرنا فرض ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور بھی فرض ہے؟ تو آئیڈیل رسول اللہ ﷺ جتنا بلند رکھنا ہوگا۔ اگر آئیڈیل ہمارا اتنا اونچا ہوگا تو پھر ہمارے قدم بھی آگے بڑھیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق دے کہ اپنی بھی اصلاح کریں اور اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح کریں۔ اللہ ربّ العزت صحیح معنوں میں اپنے نبی مکرم ﷺ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاربّ العالمین !! ❁❁❁

طبع اوّل (نومبر 2017ء)	2200
ناشر	ناظم نشرواشاعت' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
مقامِ اشاعت	36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 3-35869501
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس' لاہور
قیمت	20 روپے

مرکزی **انجمن خدّام القرآن** لاہور

کے قیام کا مقصد

منبعِ ایمان — اور — سرچشمۂ یقین

قرآنِ حکیم

کے **علم و حکمت** کی

وسیع پیمانے — اور — اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر و اشاعت ہے

تاکہ اُمتِ مسلمہ کے فہیم عناصر میں **تجدیدِ ایمان** کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور اس طرح

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ — اور — غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ